قرآن کریم کی سورتوں اورآیات میں ربط و مناسبت کی اقسام وانواع کا تحقیقی جائزہ

The classification of relativity in surahs And verses of the Holy Quran

Dr. Muhammad Khurram
Lecturer of Islamic studies, University of Engineering and Technology Taxila
Email: doctorkhurram028@gmail.com
Akhlaq Ahmed
PhD Scholar Islamic studies, Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: Akhlaqahmed593@gmail.com
Muhammad Zakir Khan
AT GMS Jaghori Mansehra
Email: Zzakirkhan401@gmail.com

ABSTRACT

As per findings of the scholars, there are various inter-connections among Quranic verses. The most important among these are internal and external. The aim is to show the links of one surah with the other or within one surah. The internal link shows the connection within a single surah and it further entails the link at the start and end of surah or with the title of surah. While on the other hand, the external link means the link of one surah with the previous one, their themes and the endings of both surahs

Keywords: inter-connections, Quranic verses, surah, internal, external

تمہید

کسی بھی کلام کے حسن اور خوبصورتی کے لیے اس کلام میں نظم وترتیب کا پایا جانا ضروری ہے اور کوئی بھی کلام اس وقت تک فصحاء اور بلغاء کے نزدیک اعلٰی معیار پر قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں اعلٰی معیار کی نظم وترتیب نہ پائی جائے۔

قرآن مجید اللہ تعالٰی کا کلام معجز ہے اور نزول قرآن سے لے کر آج تک کوئی انسان بھی اس کی نظیر اور مثل لانے سے قاصر رہا ہے،باوجودیکہ قرآن مجید نے اپنے ابتدائی زمانۂ نزول میں قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کو اپنی مثل لانے کا چیلنج کیا اور اپنے زمانے کے فصحاء اور بلغاء نے اس کو قبول بھی کیا، لیکن اس کی نظیر لانے سے وہ قاصر رہے،ایسے فصیح وبلیغ قرآن کے بارے میں مستشرقین کی طرف سے ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں مناسبت نہیں پائی جاتی،نہ تو آیات میں کوئی ترتیب ہے اور قرانی سور بھی اس ترتیب سے خالی نظر آتی ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی آیات اور سورتوں کے درمیاں ربط و مناسبت موجود ہے ؟یا اس کی سورتوں اور

آیات کو بغیر کسی نظم و ترتیب کے ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے؟ زیر نظر مقالہ میں اسی سوال کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم کی آیات اور سورتوں میں پائے جانے والے ربط و مناسبت کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

ربط کلام قرآن حکیم کا ایک معجزاتی پہلو ہے، اگرچہ قرآن اپنے اس اعجاز کو ثابت کرنے کے لیے ربط کی اقسام کو مثالوں کے ساتھ بیان کرنے کا محتاج نہیں۔ اس کا اعجاز اس کے بغیر بھی ثابت ہے، کیوں کہ یہ بذاتہ اس بات پر دال ہے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔ لیکن اہل علم نے اس کی اقسام کو مثالوں کے ساتھ بیان اس لیے کیا تاکہ مستشرقین، مفترین اور اسلام پر بے جا اعتراض کرنے والوں کے شبہات کو دور کیا جاسکے۔ اور ان کے اس دعوے کو کما حقہ رد کیا جائے کہ قرآن کریم ایک بے ترتیب کتاب ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی ربط نہیں۔

اہل علم نے قرآن مجید میں پائے جانے والے ربط کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علوم کی تقسیم ایک اصطلاحی امر ہے۔ اسی وجہ سے اہل علم کے ہاں اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس علم کی مختلف اقسام ذکر کی گئی ہیں۔ اہل علم و فن کی تقسیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے بنیادی طور پر ربط کی دو قسمیں بنتی ہیں:

- داخلی ربط
- خارجی ربط

سورت کا داخلی ربط

ایک ہی سورت میں پائے جانے والے مختلف قسم کے روابط کو داخلی ربط سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی کسی سورت کی آیات کے اجزاء، اس کے اول آخر کا تعلق اور اس کے نام کا سورت کے مرکزی مضمون سے کس قسم کا تعلق ہے؟ اس اعتبار سے اس کی آٹھ قسمیں بنتی ہیں:

1. سورت اور اس کے نام میں ربط
2. سورت کی ابتداء اور اس کے مرکزی مضمون میں ربط
3. سورت کی ابتداء کا مابعد آیات سے ربط
4. سورت کی ابتداء اور انتہا میں روبط
5. آیات کا باہمی ربط
6. آیت کے اجزاء کا باہمی ربط
7. فواصل آیات کے مابین ربط
8. "مقسم بہ" اور "مقسم علیہ" میں ربط

ذیل میں ان اقسام کو مثالوں سے واضح کیا جاتا ہے۔

1۔ سورت اور اس کے نام میں ربط

ہر سورت اور اس کو دیے جانے والے نام میں کوئی نہ کوئی ربط و مناسبت ہوتی ہے جیسا کہ سورۂ کہف میں پانچ قسم کی آزمائشوں (دینی،مالی،علمی،سلطنت اور قوت و کثرت) کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے انسان کو زندگی میں واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً:سورۂ کہف کی آیت:

(نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ، إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى)[1]

"ہم تمہارے سامنے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے،اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی"

اس آیت میں چند جوانوں کو دینی معاملے میں پیش آنے والی آزمائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو مؤمن اور موحد تھے۔ یہاں ان کے ایمان و توحید پر پیش آنے والے مصائب اور آزمائشوں کے مقابلے میں استقامت اور شرک سے ان کی بیزاری کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جب ظالم و جابر بادشاہ کی طلبی پر اس کے دربار میں اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور بادشاہ نے انھیں دین توحید چھوڑنے اور بت پرستی اختیار نہ کرنے پر انھیں قتل کی دھمکی دی، اس وقت اللہ نے ان کے دلوں کو مضبوط اور مطمئن کر دیا، انھیں ثابت قدمی اور استقامت عطا فرمائی۔

اور اسی سورت میں دوسری جگہ فرمایا:

(وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، يُرِيدُونَ وَجْهَهُ)[2]

"اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو اس لیے پکارتے ہیں کے وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں"

مذکورہ آیت میں رسول اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے صبر و استقامت کے ساتھ مسئلہ توحید کی اشاعت کرنے کی۔ جو لوگ توحید کو مان چکے ہیں اور صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں اور اللہ کی رضامندگی ان کا مقصد ہے، ان کے ساتھ مجلس کریں۔

ان دونوں آیات میں دینی آزمائش کا ذکر کیا گیا۔

آگے چل کر مالی آزمائش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ، وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا))[3]

اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کی مثال پیش کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دوباغ دے رکھے تھے اور ان کو کھجور کے درختوں سے گھیرا ہوا تھا، اور ان دونوں باغوں میں کھیتی لگائی ہوئی تھی۔

اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ جو لوگ دنیاوی شان و شوکت اور کثرت مال و دولت پر مغرور ہو کر حق اور توحید کو ٹھکراتے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ تین طریقوں سے نصیحت کرتا ہے تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔

اول: دولت کے دنیا میں ہی موجب عذاب ہونے کا ذکر فرمایا

دوم: دنیوی مال کی قلت و حقارت بیان کی

سوم: دولت دنیا کے آخرت میں بھی موجب عذاب ہونے کا ذکر کیا

پھر علمی آزمائش کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ، حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا))[4]

"اور (اس وقت کا ذکر سنو) جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے کہا تھا کہ: میں اس وقت تک اپنا سفر جاری رکھوں گا جب تک دو سمندروں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں ورنہ برسوں چلتا رہوں گا"

یہاں سے موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصے کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جب موسی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے بڑھ کر عالم ہے تو مجھے اس کی طرف رہنمائی فرما۔[5]

موسی و خضر علیہما السلام کے قصے کے بعد ذوالقرنین کے قصے میں بادشاہت کے فتنے اور آزمائش کو بیان کیا۔

"وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا"[6]

"اور یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ میں ان کا کچھ حال تمھیں پڑھ کر سناتا ہوں۔

اس آیت میں سلطنت اور بادشاہت کے فتنہ اور آزمائش کا ذکر ہے"

اس کے بعد قوت اور کثرت کی آزمائش کو یاجوج ماجوج کے قصے میں بیان فرمایا

"قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا"[7]

"انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج و ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں۔ تو کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیشکش کر سکتے ہیں، جس کے بدلے آپ ہمارے اور ان میں کوئی دیوار بنا دیں؟"

خلاصہ یہ کہ اس سورت میں ہر قسم کے فتنوں سے نکلنے کا راستہ بتایا گیا۔ گویا کہ اس سورت کی حیثیت اس غار کی سی ہے جہاں پہنچ کر انسان فتنوں سے پناہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من حفظ عشر آيات من أولِ سُوْرة الكهف، عَصم مِن فتنةِ الدجال»[8]

جو آدمی سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرلے تو وہ فتنۂ دجال سے مامون و محفوظ رہے گا۔

2۔ سورت کی ابتداء اور اس کے مرکزی مضمون میں ربط

سورت کے اول کا اپنے مضمون و مقاصد کے ساتھ تعلق و مناسبت ہو جیسے الاسراء میں واقعہ اسراء کا بیان ہے جس کی مشرکین مکہ تکذیب کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی تکذیب در حقیقت اللہ تعالی کی تکذیب ہے۔ اس لیے اس سورت کے اول میں "سبحان" لایا تاکہ اس کذب کی تنزیہ ہو جائے جو حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اور الکھف مشرکین مکہ کے اصحابِ کہف کے متعلق دریافت کرنے کے بعد نازل ہوئی۔ اور نزول وحی میں کچھ تاخیر ہوئی۔ اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی کہ اللہ تعالی نے اس عظیم نعمت کو اپنے رسول ﷺ سے منقطع نہیں کیا بل کہ ان کے اوپر کتاب نازل کر کے اتمام نعمت کا اظہار فرمایا۔ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالی کا حمد و شکر ادا کرنا چاہیے ،اس لیے سورت کا افتتاح الحمد اللہ سے فرمایا۔ اور علامہ سیوطی نے ابن الزملکانیؒ کے حوالے سے اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ان "سورة سبحان" لما اشتملت على الإسراء الذي كذب المشركون به النبي صلى الله عليه وسلم وتكذيبه تكذيب لله سبحانه وتعالى، أتى "بسبحان" لتنزيه الله تعالى عما نسب إلى نبيه من الكذب وسورة الكهف لما أنزلت بعد سؤال المشركين عن قصة أصحاب الكهف وتأخر الوحي نزلت مبينة أن الله لم يقطع نعمته عن نبيه ولا عن المؤمنين بل أتم عليهم النعمة بإنزال الكتاب فناسب افتتاحها بالحمد على هذه النعمة"[9]

سبحان الذی والی سورت قصہ اسراء پر مشتمل ہے اس واقعہ کی وجہ سے مشرکین نے آپ ﷺ کو جھٹلایا تھا اور آپ ﷺ کا جھٹلانا اللہ تعالی کو جھٹلانے کے مترادف ہے تو اس لیے سبحان اللہ کا لفظ لایا گیا ہے تاکہ اس کذب سے اللہ تعالی کی تنزیہ ہو جائے جو اس کے نبی کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور الکھف کا نزول مشرکین کا قصہ اصحاب کہف دیافت کرنے اور وحی میں تاخیر ہونے کے بعد نازل ہوئی تو اس لیے اس بات کو بیان کرتے ہوئے نازل ہوئی کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ اور اہل ایمان سے اپنی نعمت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا ہے اور کتاب نازل فرما کر اتمام نعمت فرمایا، تو لہذا اس کا افتتاح الحمد للہ کے ساتھ مناسب ہوا، کیونکہ نعمت کا شکر حمد سے ادا ہو سکتا ہے۔

3۔ سورت کی ابتداء کا مابعد آیات سے ربط

اس سے مراد یہ ہے کہ سورت کے ابتدائی حصے کا اپنی مابعد آیات سے کیا ربط و مناسبت ہے ؟اس قسم کی مثال علامہ ابن عاشور نے ذکر کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی سورۃ الصف کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"مناسبة هذه الفاتحة لما بعدها من السورة بيان أن الكافرين محقوقون بأن تقاتلوهم لأنهم شذوا عن جميع المخلوقات فلم يسبحوا الله ولم يصفوه بصفات الكمال إذ جعلوا له شركاء في الإلهية. وفيه تعريض بالذين أخلفوا ما وعدوا بأنهم لم يؤدوا حق تسبيح الله، لأن الله مستحق لأن يوفى بعهده في الحياة الدنيا وأن الله ناصر الذين آمنوا على عدوهم"[10]

اس سورت کی ابتداء کا مابعد آیات کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس موقع پر یہ بیان ہے کہ کافر اس بات کے حقدار ہیں کہ ان سے لڑا جائے، کیونکہ وہ تمام مخلوقات سے منحرف ہوئے اور اللہ کی تعریف بیان نہیں کی اور اسے کمال کی صفات سے متصف نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے اللہ کی ذات میں شریک بنائے۔ اور اس میں ان لوگوں کو بے نقاب کیا گیا ہے جنھوں نے اپنے وعدے کو توڑا ہے۔ بایں طور کہ انہوں نے اللہ تعالی کی حمد کا حق پورا ادا نہیں کیا، کیونکہ خدا تعالی اس دنیاوی زندگی میں اپنے عہد کو پورا کرنے کا مستحق ہے اور اس نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی ہے۔

4۔ سورت کی ابتداء اور انتہاء میں ربط

سورت کے اول کا آخر کے ساتھ باہمی مناسبت وارتباط ہو۔ علامہ سیوطی اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:[11]
القصص کی ابتداء میں حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ اوران کے ساتھ نصرتِ الٰہی کا تذکرہ اور ان کو دوبارہ اپنی والدہ کے پاس لوٹانے کے وعدے کا بیان ہے اور اسکے آغاز میں حضرت موسی علیہ السلام کا یہ قول:

" فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ "[12]

لایا گیا ہے اور پھر ان کے اپنے وطن سے نکلنے کا تذکرہ کیا گیا۔ تو اسی طرح سورت کے آخر میں حضور اقدس ﷺ کو تسلی ہے کہ آپ کو اپنی قوم مکہ مکرمہ سے نکال دے گی، لیکن بالآخر آپ ﷺ کو اپنے وطن مالوف مکہ مکرمہ میں واپس کر دیا جائے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ"[13]

"اے پیغمبر! جس ذات نے تم پر اس قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے وہ تمھیں دوبارہ اس جگہ پر لا کر رہے گا جو تمہارے لیے انسیت کی جگہ ہے"

تو آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف فاتح وناصر لوٹ کر آئے اور ساتھ یہ بھی فرمایا

فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ[14]

کافروں کے ہرگز مددگار نہ بننا۔

اور علامہ جاراللہ زمخشریؒ نے اس کی مثال سورۃ المؤمنون دی ہے ۔ کہ اسکے اول (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ[15]) میں اہل ایمان کی کامیابی وکامرانی کا وعدہ ہے اور سورت کے خاتمہ (إِنَّهُ لا يُفْلِحُ الْكافِرُونَ)[16] میں کفار کے خسران وبربادی کا تذکرہ ہے۔[17]

اور علامہ کرمانیؒ نے اپنی کتاب "العجائب "میں[18] اسکی تمثیل یوں دی ہے کہ سورۂ ص کا آغاز اللہ تعالی نے "ذکر" سے فرمایا:

((ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ))[19]

قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی

اوراسی مضمون کے ساتھ سورت کا خاتمہ کرتے ہوئے فرمایا:

{انْ هُوَ إِلاَّ ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ}۔[20]

یہ تو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے بس ایک نصیحت ہے۔

اسی طرح القلم کے آغاز میں حضور اقدس ﷺ سے اس تہمت نفی کی گئی ہے جو مشرکین نے آپ ﷺ پر لگائی تھی۔[21]

{مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ}[22]

"اپنے پروردگار کے فضل سے تم دیوانے نہیں ہو"

اور سورت کے اختتام میں مشرکین کا قول نقل کیاہے۔

(وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ)[23]

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تو دیوانہ ہے۔

5۔ آیات کا باہمی ربط

قرآن کریم میں ہر آیت کا سابقہ آیت کے ساتھ کوئی نہ کوئی ربط و تعلق ضرور ہوتا ہے۔ مثلا: سورۂ بقرہ میں خانگی احکامات کا ایک تسلسل چلتاہے، جس میں حیض، طلاق، عدت، نان ونفقہ، رضاعت وغیرہ کے احکامات کو ذکر کیا۔ پھر فرمایا:

((حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى، وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ)) (24)

"تمام نمازوں کا پورا خیال رکھو اور (خاص طور) پر بیچ کی نماز کا اور اللہ کے سامنے باادب فرمانبردار بن کر کھڑے ہوا کرو"

اب اس آیت کی سابقہ آیت کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ گذشتہ آیات میں اوامر تھے، ان اوامر کے بعد نماز کا ذکر کیا گیا اور نماز کی خاصیت یہ ہے کہ یہ بے حیائی اور فحش کاموں سے روکتی ہے۔ تو گویا یہ نماز امتثال امر کے لیے ایک معاون کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اوامر کی مخالفت سے بچانے کا بھی باعث ہے۔

کچھ لوگوں نے اس آیت کا ماقبل اور مابعد سے ربط یہ بیان کیا ہے کہ جب اس آیت سے پہلے اللہ نے مخلوق کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا اور فرمایا:

((وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ، إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ))(25)

"اور آپس میں فراخدلی کا برتاؤ کرنا مت بھولو۔ جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ یقیناً اسے دیکھ رہا ہے"

جب انسانوں کے حقوق دو قسم پر ہیں: "کچھ کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے اور کچھ کا موت کے ساتھ ہے تو جن کا تعلق زندگی کے ساتھ تھا ان کو اس آیت سے پہلے بیان کر دیا۔ اب اس کے بعد اپنے اس فرمان کے ساتھ

((وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ، فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ))(26)

"اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں، تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جایا کریں کہ ایک سال تک وہ (ترکے سے) نفع اٹھائیں گی۔ اور (ان کو شوہر کے گھر سے) نکالا نہیں جائے گا۔ ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنے حق میں قاعدے کے مطابق وہ جو کچھ بھی کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ اور اللہ صاحب اقتدار بھی ہے اور صاحب حکمت بھی"

اس آیت میں ان معاملات کو ذکر کیا گیا ہے جو موت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔(27)

6۔ آیت کے اجزاء کا باہمی ربط

آیات کے اجزاء میں مناسبت کی مثال اللہ کریم کا یہ فرمان ہے:

((إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا))(28)

"(مسلمانو) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے۔ بے شک اللہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے"

اداء امانت کو پہلے ذکر کیا پھر لوگوں میں حکم بالعدل کو بیان کیا۔امام رازیؒ اس کا ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلم أن الأمانة عبارَة عَما إِذا وجَب لِغيرِك عَليك حَق فأديت ذلك الحق إليه فهذا هو الأمانة، والحكم بالحق عبارة عما إذا وجب لإنسان على غيره حق فأمرت من وجب عليه ذلك الحق بأن يدفعه إلى من له ذلك الحق، ولما كان الترتيب الصحيح أن يبدأ الإنسان بنفسه في جلب المنافع ودفع المضارثم يشتغل بغيره، لا جرم أنه تعالى ذكر الأمر بالأمانة أولا، ثم بعده ذكر الأمر بالحكم بالحق، فما أحسن هذا الترتيب، لأن أكثر لطائف القرآن مودعة في الترتيبات والروابط"(29)

یہ بات جان لینی چاہیے کہ امانت عبارت ہے کہ جب آپ پر کسی کا حق ہو اور یہ حق آپ اسے ادا کر دیں تو یہ امانت کہلاتا ہے۔اور حکم بالعدل اس چیز سے عبارت ہے کہ جب انسان کا کسی پر حق ہو تو آپ اس آدمی کو جس پر حق واجب ہے حکم کریں کہ یہ صاحب حق کو دے دیں۔ صحیح ترتیب یہ ہے کہ انسان جلب منفعت اور دفع مضرت اپنے آپ سے شروع کرے۔پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہو۔اسی وجہ سے اللہ تعالی نے امانت کے امر کو پہلے ذکر کیا اور پھر حکم بالعدل والے امر کو بیان کیا۔کتنی انوکھی اور عجیب ترتیب ہے۔اسی وجہ سے قرآن کریم کے اکثر لطائف کو اس کی ترتیب اور روابط میں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

7۔ فواصل آیات میں ربط

واضح رہے کہ آیت کی آپس میں مناسبت کی ایک قسم پائی جاتی ہے جس کو مراعاۃ الانسجام فی فواصل الآیات سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ آیت کا خاتمہ ایسے الفاظ کے ساتھ کیا جائے جو اسکے مناسب ہوں(30) جیسے ارشادِ باری تعالی ہے:

((وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ))(31)۔

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار (بھی) نہیں کر سکتے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت بے انصاف ،بڑا ناشکرا ہے"

اور ایک دوسرے مقام میں ارشاد ہے

((وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا، إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ))(32)۔

"اور اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننے لگو تو انھیں شمار نہیں کر سکتے حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے"

تو اس میں دونوں آیات کا تتمہ الگ الگ ہے، کیونکہ سیاق سباق اس کا تقاضا کرتا ہے، اس لیے کہ ابراہیم میں سیاق وسباق میں انسان کے اوصاف کا بیان ہے تو اس لیے انسان کے اوصاف کے ساتھ تتمہ لایا گیا ہے اور جبکہ النحل میں سیاق وسباق میں اللہ تعالی کے صفات کا تذکرہ ہے تو اس لیے تتمہ صفاتِ باری تعالی کے ساتھ لایا گیا ہے۔

اور اس قسم کی ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو۔ جیسے

((وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ،وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ))[33]۔

"چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو تاکہ ان کو اپنے کیے کا بدلہ ملے، اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہو اور اللہ تعالی صاحب اقتدار بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی"

آیت میں چور کی سزا کا بیان ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے تو اسکے مناسب آیت کا تتمہ اللہ تعالی کے صفاتِ جلالیہ کے ساتھ لایا گیا ہے کہ

"وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"

امام اصمعیؒ کا ایک عجیب واقعہ:

امام اصمعیؒ لغت کے مشہور امام ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں المائدۃ کی تلاوت کر رہا تھا اور میرے ساتھ ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا۔ تو جب میں اس آیت

((وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ،وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ))[34]۔

پر پہنچا تو میں نے اس کا تتمہ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ کے بجائے وَاللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ تلاوت فرمایا۔ تو اعرابی کہنے لگا یہ کس کا کلام ہے؟ تو میں نے کہا کہ اللہ تعالی کا! تو اس نے کہا دوبارہ پڑھیں تو میں دوبارہ بھی اسی طرح تلاوت کیا۔ تو اس نے کہا ایسے تو نہیں ہو سکتا۔ تو میں نے کہا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ تو وہ کہنے لگا اب صحیح پڑھ لیا۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا کہ عزیز ہے تب تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اگر معافی ودرگزر فرماتا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتا[35]۔

8۔ "مقسم بہ" اور "مقسم علیہ" میں ربط

ارکان قسم چار ہیں:

فعل قسم، اداۃ قسم، مقسم بہ، مقسم علیہ۔ جیسا کہ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

((تَاللّٰهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ))(36)

اس مثال میں "اُقسم "فعل قسم ہے جو کہ محذوف ہے اور اکثر طور پر اس کو کلام سے حذف کیا جاتا ہے۔ اور "تاء" اداۃ قسم میں سے ہے۔ لفظ جلالہ (اللہ) مقسم بہ ہے اور لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ مقسم علیہ ہے، جس کو جواب قسم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ آیات میں واقع ہونے والی قسم اور مقسم علیہ میں بھی ربط پایا جاتا ہے جیسے:

((وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا،فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا،فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا،فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا،فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا))(37)

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں۔ پھر جو (اپنے ٹاپوں سے) چنگاریاں اڑاتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت یلغار کرتے ہیں۔ پھر اس موقع پر غبار اڑاتے ہیں۔ پھر صرف اسی وقت کسی جمگھٹے کے بیچوں بیچ جا گھستے ہیں۔ اللہ تعالی نے اس سورت میں پانچ قسمیں اٹھانے کے بعد فرمایا:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ(38)

"کہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے"

اللہ تعالی یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں ان گھوڑوں کی قسم اٹھاتا ہوں کہ جو اپنے کھانے پینے کے بدلے میں مالک پر میدان جنگ میں اپنی جان فدا کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اے انسان! تیرے اوپر میں نے اتنے انعام کیے جن کو تو شمار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے باوجود تو ناشکرا ہے۔ ان میں ربط یہ ہے کہ گھوڑا اپنے مالک کی مہربانی کو نہیں بھلا دیتا اور اس کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ تو اے انسان! جانور تو تجھ سے زیادہ وفادار نہیں۔ تجھے بھی چاہیے کہ اپنے رب کے فضل واحسان کو مت بھول۔(39)

اسی طرح اللہ رب العزت سورۃ الزخرف کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

((حم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ))(40)

قسم اس واضح کتاب کی۔ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے، تاکہ تم سمجھو۔

ان آیات میں مقسم بہ "کتاب "یعنی الْكِتَابِ الْمُبِينِ ہے اور مقسم علیہ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا ہے جو اس کا بیان ہے کہ قرآن کریم کو افصح اللغات میں اتارا گیا ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں:

مقسم بہ اور مقسم علیہ میں ربط و مناسبت کی وجہ سے اور دونوں کے ایک ہی وادی میں ہونے کی وجہ سے یہ انتہائی انوکھی اور عجیب و غریب قسم ہے۔(41)

اسی طرح سورۂ یس کے ابتداء میں اللہ نے رسول ﷺ کی صداقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يس وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ(42)

یس۔ حکمت بھرے قرآن کی قسم۔ تم یقیناً پیغمبروں میں سے ہو۔

شیخ سعدی اپنی تفسیر میں مقسم علیہ اور مقسم بہ میں ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مقسم بہ قرآن کریم اور مقسم علیہ رسالتِ محمد ﷺ ہے۔اور ان میں اتصال و ربط ہے۔اور وہ یہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے لیے کوئی اور دلیل اس قرآن کے علاوہ نہ بھی ہو تو یہ قرآن ہی آپ کے لیے شاہد کے طور پر کافی ہے۔ بل کہ قرآن حکیم اس عظیم رسول کی رسالت پر سب سے قوی دلیل ہے گویا قرآن کے سارے دلائل ہی رسالتِ محمدی کے دلائل ہیں۔(43)

علامہ ابن القیم اپنی تفسیر "التبیان فی اقسام القرآن" میں ان آیات

((فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ))(44)

"اب میں ان جگہوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جہاں ستارے گرتے ہیں، اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی زبردست قسم ہے۔ کہ یہ بڑا باوقار قرآن ہے۔

میں مقسم بہ اور مقسم علیہ میں ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نجوم کو اللہ نے بروبحر کے اندھیروں میں رہنمائی کے لیے بنایا اور قرآن کی آیات کو جہالت اور ظلم کے اندھیروں میں ہدایت کا چراغ بنایا۔ گویا ستارے، حسی اندھیروں میں روشنی ہیں اور قرآنی آیات معنوی اندھیروں میں روشنی ہیں۔ دونوں ہدایتوں کو جمع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ستارے شیطان کو دھتکارنے کا ذریعہ ہیں۔ اور قرآنی آیات شیاطین الجن والانس کو دھتکارنے کا باعث ہیں۔(45)

سورت کا خارجی ربط

اس سے مراد یہ ہے کہ اس سورت اور سابقہ سورت کے مضمون، اس کے اختتام وغیرہ کے ساتھ کون سی چیز قدر مشترک ہے۔ اس لحاظ سے خارجی ربط کی چار قسمیں بنتی ہیں:

1 ابتداء سورت کا سابقہ سورت کے اختتام سے ربط

2 ابتداء سورت کا سابقہ سورت کے ابتدائی حصے سے ربط

3 دونوں سورتوں کے مرکزی مضمون میں ربط

4 شارع نے جن سورتوں کو مختلف مواقع پر جمع کرنے کا حکم دیا ان میں ربط

1۔ سورت کی ابتداء کا سابقہ سورت کے اختتام سے ربط

بنظر غائر ہر سورت کی ابتداء کو دیکھا جائے جیسا کہ علامہ سیوطی نے اس کی تصریح کی ہے تو اس کا ماقبل سورت کے آخر سے ایک گونہ مناسبت وارتباط سامنے آئے گا۔ کبھی یہ ربط بالکل ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مخفی۔ جیسے سورۃ النجم کے اول میں ارشاد فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى (46)

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔

اور اس سے ماقبل سورۃ الطور کے اختتام میں ارشاد فرمایا تھا:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ(47)

اور کچھ رات کو بھی اس کی تسبیح کرو اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوبتے ہیں۔

دونوں آیات میں "نجم" کا ذکر آیا ہے اس لحاظ سے یہ ربط ظاہر ہے۔

اور اسی طرح سورۃ الحدید کی ابتداء تسبیح کے ساتھ فرمائی

((سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ))(48)

"آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک ہے"

جبکہ ماقبل الواقعہ کے آخر میں بھی تسبیح کا حکم فرمایا تھا

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ(49)

لھذا (اے پیغمبر) تم اپنے عظیم پروردگار کا نام لے کر اس کی تسبیح کرو۔

تو دونوں آیات میں تسبیح کا حکم ہونے کی وجہ سے ان میں ارتباط ظاہر اور واضح ہے۔

2۔ سورت کی ابتداء کا سابقہ سورت کے ابتدائی حصے سے ربط

سورتوں کے مابین ربط کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ سورت کے ابتدائی حصے کا سابقہ سورت کے ابتدائی حصے سے ربط و مناسبت ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران سے پہلے سورۂ بقرہ ہے۔ دونوں کو "الم" کے ساتھ شروع کیا گیا اور دونوں کی اگلی آیات میں کتاب یعنی قرآن مجید کا ذکر ہے۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

((الم ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ،هُدًى لِلْمُتَّقِينَ))(50)

اور سورۂ آل عمران کے شروع میں فرمایا:

((الم اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ، نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ))(51)

ان آیات میں قرآن کریم کی عظمت اور بقیہ آسمانی کتابوں پر فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔

اسی طرح سورۂ انبیاء کا آغاز اللہ تعالی نے اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ کے ساتھ کیا۔ اور یہ تخویف وترہیب کے موقع اور محل کے مناسب ہے اور اس کے بعد سورۂ حج کی ابتدا میں فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ، إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ، يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارى وَمَا هُمْ بِسُكَارى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ))

ان آیات میں قیامت کی ہولناکی اور اس کا عظیم الامر ہونا بیان کیا ہے۔[52]

اور اسی طرح "الاسراء" کو تسبیح کے ساتھ اور "الکھف" کو تحمید کے شروع کرنے کی لطیف وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ تسبیح جہاں کہیں بھی آتی ہے تو تحمید پر مقدم ہوتی ہے جیسے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا[53]

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ رقمطراز ہیں:

"في تذكرة الشيخ تاج الدين السبكي ومن خطه نقلت سأل الإمام ما الحكمة في افتتاح سورة الإسراء بالتسبيح والكهف بالتحميد وأجاب بأن التسبيح حيث جاء مقدم على التحميد نحو: {فسبح بحمد ربك} {سبحان الله والحمد لله}"[54]

شیخ تاج الدین سبکیؒ کے تذکرہ میں ہے اوران کے خط سے نقل ہو کر مذکور ہے کہ امام (تاج الدین سبکیؒ) سے سوال کیا گیا کہ الاسراء کے تسبیح کے ساتھ اور الکھف کے تحمید کے ساتھ شروع کرنے میں کیا حکمت ہے؟تو اس کا جواب یوں دیا گیا کہ تسبیح جہاں کہیں بھی آئی ہے تو تحمید پر مقدم ہو کر آئی ہے۔ جیسے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور**سبحان الله والحمد لله**وغیرہ۔

3۔ دونوں سورتوں کے مرکزی مضمون میں ربط

ربط قرآن کی اقسام میں سے یہ قسم بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔باقی تمام اقسام اس کی تابع اور فرع ہیں۔ کیوں کہ جب دو سورتوں میں معنی و مقصد میں ربط و مناسبت ثابت ہو جائے تو ظاہر بات ہے اس سورت کی ابتداء اور سابقہ سورت کے اختتام میں اور دونوں سورتوں کی ابتدا میں اور نفس سورت کی ابتدا اوراختتام میں ربط ضرور پایا جائے گا۔ مفسرین نے اس کا کافی حد تک اہتمام کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اور پے درپے آنے والی سورتیں باہم مربوط ہوتی ہیں۔ بل کہ امام سیوطیؒ نے فرمایا: کہ ہر سورت ما قبل سورت کے اجمال کی تفسیر و تشریح ہوتی ہے۔[55] ذیل میں چند سورتوں کے باہمی ربط کو بطور نمونہ بیان کیا جاتا ہے۔

سورۃ الماعون اور سورۃ الکوثر

جیسا کہ سورۃ الکوثر کے لطائف میں اہل علم نے لکھا ہے کہ یہ اپنی ما قبل سورت میں جن امور کا بیان ہے تو یہ اسکے مقابلہ میں لایا گیا ہے، کیونکہ ما قبل سورت (الماعون) میں اللہ تعالی نے منافق کے چار اوصاف بیان کیے ہیں۔

بخل، ترکِ صلوٰۃ، نماز میں ریاء ونمود کا اظہار، زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔

اب سورۃ الکوثر میں مذکورہ چار باتوں کے مقابلے میں حضور اقدس ﷺ کی چار خوبیاں بیان کی ہیں۔ بخل کے مقابلہ میں إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (56)

(اے پیغمبر) یقین جانو ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دی ہے۔

یعنی مالِ کثیر، ترکِ صلوٰۃ کے مقابلے میں (فَصَلِّ) یعنی نماز پر مداومت کرنا، ریاء ونمود کے مقابلہ میں (لِرَبِّكَ) یعنی جو بھی کام کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لیے کرنا، اورزکوٰۃ وصدقات نہ دینے کے مقابلہ میں (وَانْحَرْ) یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے اموال کو خرچ کرو۔ (57)

سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ

تفسیر جلالین کے حاشیہ "صاوی" پر سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سورت اور ما قبل سورت میں ربط یہ ہے کہ سورۃ النساء کی آخری آیت میں اللہ نے گمراہی میں واقع ہونے کی کراہت کے وعدے کو بیان کیا تو اس سورۃ (المائدہ) میں اس وعدے کی تکمیل کی۔ کیونکہ اس سورت میں ایسے احکام ہیں جو کسی دوسری سورت میں نہیں ہیں۔ (58) چنانچہ علامہ بغوی میسرہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إن الله تعالى أنزل في هذه السورة ثمانية عشر حكما لم تنزل في غيرها من القرآن"

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ایسے اٹھارہ احکام اتارے ہیں جو قرآن کی کسی دوسری سورت میں نہیں اتارے۔ (59)

سورۃ العلق اور سورۃ القدر

سورۃ العلق پہلی نازل ہونے والی سورت ہے۔ گویا یہ سوال پیدا ہوا کہ اس سورت کا نزول کب ہوا؟ اگلی سورت میں اس کا جواب دیا گیا:

((إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ))

ابن عاشور أَنْزَلْنَاهُ کی "ہ" ضمیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ اس بات کی طرف کہ أَنْزَلْنَاهُ کی ضمیر اس قرآن کی طرف لوٹ رہی ہے جس کا نزول سورت علق کے ساتھ ہوا۔ (60)

سورۃ الفیل اور سورۃ القریش

جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں قریش کی حفاظت کا ذکر کیا تو سورۃ القریش میں ان نعمتوں کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی ہیں۔ سمین حلبی فرماتے ہیں:

وله: {لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ} : في متعلَّقِ هذه اللامِ، أوجهٌ، أحدُها: أنه ما في السورةِ قبلَها مِنْ قوله {فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ}[61]

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ[62] میں لام کے متعلق کے بارے میں کئی توجیہات ہیں: ایک یہ ہے کہ پچھلی سورت کی آخری آیت فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ [63] کے ساتھ اس کو متعلق کیا جائے۔

سورۃ الفلق وسورۃ الناس

ان دو سورتوں میں ربط و مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"وتظهر المناسبة بين السورتين من وجه آخر وهو أن المستعاذ منه هو الشر كما أن المطلوب هو الخير: إما من فعل العبد وإما من غير فعله ومبدأ فعله للشر هو الوسواس الذي يكون تارة من الجن وتارة من الإنس وحسم الشر بحسم أصله ومادته أجود من دفعه بعد وقوعه فإذا أعيذ العبد من شر الوسواس الذي يوسوس في الصدور فقد أعيذ من شر الكفر والفسوق والعصيان فهذا في فعل نفسه وتعم الآية أيضا فعل غيره لسوء معه فكانت هذه السورة للشر الصادر من العبد وأما الشر الصادر من غيره فسورة (الفلق) فإن فيها الاستعاذة من شر المخلوقات عموماً وخصوصا"[64].

ان دو سورتوں کے مابین مناسبت ایک اور طریقے سے بھی ظاہر ہوتی اور وہ یہ ہے کہ مستعاذ منہ شر ہے جیسا کہ مطلوب خیر ہے، یاتو یہ بندے کا اپنا فعل ہو گا یا اس کے غیر کا۔ اور شر کے فعل کا مبدا وسوسہ ہے جو کبھی جنوں کی طرف سے ہوتا ہے کبھی انسانوں کی طرف سے۔ شر کی بنیاد اور اس کے مادے کو دور کرنا بہتر ہے۔ شر کے وقوع کے بعد اس کو دور کرنے سے۔ جب بندے کو اس وسوسہ سے پناہ دے دی جائے جو سینوں میں ڈالا جاتا ہے۔ یقینا اسے پناہ دے دی گئی کفر وفسق اور عصیان کی شر سے۔ یہ چیزیں انسان کے نفس کے فعل ہیں۔ اور اسی طرح یہ آیت فعل غیر کو بھی شامل ہے اس برائی کی وجہ سے جو اس کے ساتھ ہے۔ تو یہ سورت اس شر کے لیے ہے جو انسان سے صادر ہو اور وہ شر جو غیر سے صادر ہو اس کے لیے سورۃ الفلق ہے کیوں کہ اس میں عمومی اور خصوصی اعتبار سے مخلوق کی شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

4۔ شارع نے جن سورتوں کو مختلف مواقع پر جمع کرنے کا حکم دیا ان میں ربط

یہ قسم ان سورتوں میں ربط کے بیان میں ہے جن کا شارع علیہ السلام نے کسی نماز میں یا کسی معین جگہ میں قرات کا حکم دیا ہے۔ اس سے پے درپے آنے والی سورتیں مراد نہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں قسم نمبر چار میں بیان ہو چکا ہے۔ بل کہ یہاں ان سورتوں کی بات ہو رہی ہے جو قرآن میں پے درپے نہیں ہیں، بل کہ شارع نے کسی

خاص محل اور موقع میں ان کے پڑھنے کو اچھا سمجھا ہے۔ ذخیرہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ 6 قسم کی سورتیں ایسی ہیں جن کو شارع نے مختلف مقامات پر جمع فرمایا ہے:

- **سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص**
- **سورۃ ق اور سورۃ القمر**
- **سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدہر**

(سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص) ان دونوں کو فجر کی سنتوں، مغرب کی سنتوں، طواف کے بعد اور وتر میں اکٹھا کرنا مسنون و مستحب ہے۔ فجر اور مغرب کی سنن کے بارے میں نسائی میں ہے:

"عن ابن عمر قال: «رمقت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرين مرة، يقرأ في الركعتين بعد المغرب وفي الركعتين قبل الفجر قل يا أيها الكافرون، وقل هو الله أحد»"(65)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "میں نے بیس دفعہ رسول اکرم ﷺ کو مغرب کے بعد کی دو سنتوں اور فجر سے قبل کی دو سنتوں میں (قل یاأیها الکٰفرون) اور (قل هو الله احد) پڑھتے دیکھا ہے"۔

اور طواف کی رکعتوں کے بارے میں حضرت جابرؓ سے یہ طویل حدیث مروی ہے:

"كان يقرأ في الركعتين قل هو الله أحد وقل يا أيها الكافرون"(66)

رسول اللہ ﷺ طواف کی دونوں رکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص تلاوت فرماتے تھے۔

وتر کے بارے میں ابن عباسؓ سے مروی ہے:

"عن ابن عباس أن النبي ﷺ كان يوتر بثلاث:" سبح اسم ربك الأعلى وقل يا أيها الكافرون وقل هو الله أحد"۔ (67)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ وتر کی تین رکعتوں میں سورۂ اعلی، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

ابن القیم فرماتے ہیں: ان دونوں سورتوں میں توحید کا بیان ہے۔ سورۂ کافرون میں توحید عملی ارادی کا بیان ہے اور سورۂ اخلاص میں توحید علمی خبری کا بیان ہے۔ گویا کہ سورۂ اخلاص میں اللہ کی صفات کمالیہ اور نقص و زوال سے منزہ ہونے کو بیان کیا گیا اور سورۂ کافرون میں اس کے وحدہ لاشریک ہونے اور من دون اللہ سے براءت کو بیان کیا گیا۔ دونوں قسم کی توحیدیں ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر، مغرب اور وتر میں ان کی قراءت فرماتے تھے جو عمل کی ابتداء اور اس کی انتہا ہے۔ تاکہ دن کی ابتداء بھی توحید سے ہو اور انتہاء بھی۔(68)

سورۂ ق اور سورۂ قمر کے بارے میں مسلم کی روایت میں ہے:

"أن عمر بن الخطاب، سأل أبا و اقد الليثي: ما كان يقرأ به رسول الله صلى الله عليه وسلم في الأضحى والفطر؟ فقال: «كان يقرأ فيهما ب"ق والقرآن المجيد"، و اقتربت الساعة و انشق القمر»"[69]

عمر بن خطابؓ نے ابو واقد لیثی سے پوچھا:" رسول کریم ﷺ عید الاضحی اور عید الفطر میں کیا پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان دونوں میں سورۂ ق اور سورۃ القمر پڑھا کرتے تھے"۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: ابی واقد کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سورۂ ق اور سورۂ قمر کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اور اس کے علاوہ بڑی بڑی محفلوں میں بھی ان کو اکھٹے پڑھتے تھے۔ کیونکہ ان میں وعد و عید، خلق کی ابتداء اور اس کا اعادہ، توحید اور نبوت کا اثبات اور اس کے علاوہ بڑے بڑے مقاصد ہیں۔[70]

سورۂ سجدہ اور سورۃ الدہر

بخاری کی روایت میں ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: «كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الجمعة في صلاة الفجر الم تنزيل السجدة، وهل أتى على الإنسان حين من الدهر»"[71]

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہؒ سے استفسار کیا گیا کہ جمعہ کے دن سورۂ سجدہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے یا سورۂ دھر ہی مسنون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: دونوں مسنون ہیں، کیونکہ دونوں میں خلقت آدم اور قیامِ قیامت اور ان کے توابع کا ذکر ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کا وقوع جمعہ کے دن ہے۔ صرف سورۂ سجدہ مقصود نہیں۔[72]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی ابن تیمیہؒ سے اسی قسم کا مضمون نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس دن ان دونوں کی قراءت کرنا امت کو ماضی و مستقبل سے نصیحت حاصل کرنے کا سبق دیتا ہے۔[73]

خلاصہ بحث

قرآن کریم کی تاثیر اس کی زبان، اس کی فصاحت وبلاغت، اس کے بہترین اسلوب و مضامین، اس کے عمدہ الفاظ و اصطلاحات اور اس کی ترتیب میں پوشیدہ ہے۔ ربط کلام کا علم قرآن کریم کے فہم میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات وسور میں ربط و اتصال اس کے کلام معجز ہونے کا عظیم مظہر ہے۔ قرآن کریم کے اکثر باریک نکات اس کی ترتیبات اور روابط میں پوشیدہ ہیں۔ اس علم سے سورتوں کے مقصود و مطلوب کی پہچان ہوتی ہے۔ یہ علم صرف تناسب کا اظہار نہیں کرتا بلکہ سورۃ کو ایک مربوط کلام بنادیتا ہے۔

قرآن کریم کی سورتوں میں پائے جانے والے ربط کی کئی اقسام ہیں۔ ایک ہی سورت میں پائے جانے والے مختلف قسم کے روابط کو داخلی ربط سے اور کسی سورت کے سابقہ سورت کے مضمون اور اختتام وغیرہ سے ربط و تعلق کو خارجی ربط سے تعبیر کرتے ہیں۔ کسی سورت کی آیات کے اجزاء، اس کے اول آخر کا تعلق اور اس کے نام کا سورت کے مرکزی مضمون سے کس قسم کا تعلق ہے؟ سورت کا خارجی ربط سے مراد یہ ہے کہ اس سورت اور سابقہ سورت کے مضمون، اس کے اختتام وغیرہ کے ساتھ کون سی چیز قدر مشترک ہے۔

نتائج بحث

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ معروف مقولہ ہے:

كلام الملوك ملوك الكلام(74)

"شاہوں کا کلام بھی کلام کا بادشاہ ہوتا ہے"

اللہ رب العزت کا کلام شاہانہ کلام ہے، اس کے اسرار و رموز قیامت تک جاری رہیں گے، دنیا اس سمندر سے یاقوت و مرجان جیسے بیش بہا قیمتی موتی نکالتی رہے گی اور ان کے قلوب واذعان میں " مانفدت کلمات الله" کی تصدیق بڑھتی چلی جائی گی، قرآن کریم کے فہم میں جس طرح باقی علوم وفنون کا دخل ہے اسی طرح ربط کلام کا علم بھی قرآن مجید کے سمجھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اور کسی بھی کلام میں ربط و مناسبت کا نہ ہونا ایک معیوب چیز ہے جو کسی عامی بندے کی کلام کے لیے بھی مناسب نہیں، چہ جائیکہ اللہ جل جلالہ کی کلام لایزال کو اس بات سے معنون اور متصف کیا جائے کہ وہ ایک بے ترتیب اور بے ربط کلام کا مجموعہ ہے۔

ربط قرآن ان عالی شان علوم میں سے ہے جو فہم قرآن میں ممد و معاون ہیں اور قرآن کریم کتاب معجز ہے جب اول سے آخر تک اس کی باریکیوں میں غور و فکر کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں شدید قسم کا ربط و اتصال ہے اور اس کی آیات و سور ایسی مربوط ہیں جس طرح کے انسانی خون کا اتصال انسانی جسم کے ساتھ ہے۔

حوالہ جات

(1) الکھف:13

(2) الکھف:28

(3) الکھف:32

(4) الکھف:60

(5) القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر، الجامع لأحكام القرآن، ج10، ص346، دار الكتب المصرية القاهرة

(6) الکھف:83

(7) الکھف:94

(8) ابوداود، سلیمان بن الاشعث، سنن أبي داود، ج4، ص117، باب خروج الدجال، المکتبۃ العصریۃ، صیدا بیروت

(9) السیوطی، جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص387، مکتبۃ الھیئۃ المصریۃ

(10) ممدوح بن ترکی، المناسبات واثرھا فی تفسیر "التحریر والتنویر" ص38، جامعۃ ام القری، ط1430ھ، وابن عاشور، التحریر والتنویر، ج28، ص174

(11) ملخص از سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص379

(12) القصص:17

(13) القصص:۸۵

(14) القصص:۸٦

(15) المؤمنون:۱

(16) المؤمنون:۱۱۷

(17) الزمخشری، محمود بن عمرو، الکشاف عن غوامض التنزیل، ج3، ص207، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(18) بحوالہ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص380، 379

(19) ص:1

(20) ص:۸۷

(21) سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج3، ص380

(22) القلم:1

(23) القلم:۵۱

(24) البقرہ238

(25) البقرہ237

(26) البقرہ240

(27) ابوحیان اندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط، ج2، ص543، ط1420ھ، دار الفکر بیروت

(28) النساء:58

(29) الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمي الرازي، مفاتیح الغیب، ج10، ص110، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(30) زرکشی، ابوعبداللہ بدر الدین بن محمد، زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج1۔ ص86، دار المعرفۃ بیروت

(31) ابراہیم آیت:۳۴۔

(32) النحل آیت:۱۸۔

(33) المائدۃ آیت:۳۸۔

(34) المائدۃ آیت:۳۸۔

(35) ابن جوزی، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن علی، زادالمسیر فی علم التفسیر، ج1، ص546، ط1، دارالکتاب العربی بیروت۔ ابن عاشور، محمد طاہر بن محمد، التحریر والتنویر، ج2، ص281، الدارالتونسیہ للنشر، تیونس۔ فخرالدین رازی، مفاتیح الغیب، ج11، ص351

(36) الانبیاء:57

(37) العدیات:1تا5

(38) العدیات:6

(39) المطیری، عبدالمحسن بن حسین، اثر علم المناسبات فی تدبر القرآن، ص33، کلیۃ الشرعیہ جامعۃ کویت

(40) الزخرف:1تا3

(41) زمخشری، الکشاف عن غوامض التنزیل، ج4، ص236

(42) یس:1تا3

(43) بحوالہ ناصر بن محمد آل عشوان، التناسب بین القسم المفرد وجوابہ فی القرآن الحکیم، ص177، مجلۃ الدراسۃ القرآنیۃ، شمارہ6، ط1431ھ

(44) الواقعۃ:75تا77

(45) ابن القیم، محمد بن ابی بکر، التبیان فی اقسام القرآن، ج1، ص220 دارالمعرفہ بیروت، لبنان

(46) النجم:۱

(47) الطور:49

(48) الحدید:1

(49) الواقعۃ:96

(50) البقرۃ:2،1

(51) آل عمران:1تا3

(52) غرناطی، البرہان فی ترتیب سور القرآن، ص256، وزارۃ الاوقاف فی المغرب، ط1990ء

(53) النصر:3

(54) سیوطی، الإتقان فی علوم القرآن، ج3، ص387

(55) سیوطی، عبدالرحمان بن ابی بکر، تناسق الدرر فی تناسب السور، ص54، دارالکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولی

(56) الکوثر:1

(57) سیوطی، الإتقان فی علوم القرآن، ج3، ص381۔ البرہان فی علوم القرآن، ج1، ص39

(58) الصاوی، حاشیہ تفسیر جلالین، ج1، ص387، مکتبۃ البشری کراچی، الطبعۃ الاولی 1431ھ

- (59) بغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، ج2، ص5، دار إحیاء التراث العربی بیروت۔

ابو العلاء، عادل بن محمد، مصابیح الدرر فی تناسب آیات القرآن والسور، ص133، الجامعۃ الاسلامیۃ المدینۃ المنورۃ

(60) ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج30، ص456

(61) سمین حلبی، الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون، ج11، ص111، دار القلم دمشق

(62) القریش:1

(63) الفیل:5

(64) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، ج17، ص536، مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

(65) النسائی، ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب، سنن النسائی، ج2، ص170، رقم الحدیث:992، باب القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، الطبعۃ الثانیہ 1406ھ

(66) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم (المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)، ج2، ص886، رقم الحدیث:1218، باب حجۃ النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دار إحیاء التراث العربی بیروت

(67) ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، ج4، ص452، رقم الحدیث:2720، ط1 سن اشاعت 1421، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(68) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ج2، ص94، مطبع الفرزدق التجاریۃ، ریاض، الطبعۃ الاولی 1408ھ

(69) مسلم، صحیح مسلم، ج2، ص207، رقم الحدیث:891، باب مایقرأ بہ فی صلاۃ العیدین

(70) ابن کثیر، إسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج7، ص470، الطبعۃ الثانیۃ 1420ھ، دار طیبۃ للنشر والتوزیع بیروت

(71) بخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری (الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وسننہ وأیامہ)، ج2، ص5، رقم الحدیث:891، باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة، دار طوق النجاۃ مصر، الطبعۃ الأولی، 1422ھ۔

(72) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاویٰ، ج24، ص206، مجمع الملک فہد، المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ السعودیہ، ط1416ھ

(73) ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد في هدي خير العباد، ج1، ص364، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت - مکتبۃ المنار الإسلامیۃ، الکویت، الطبعۃ السابعۃ والعشرون، 1415ھ/1994م

(74) احمد بن ابراہیم، جواہر البلاغۃ، ج1، ص321، المکتبۃ العصریۃ، بیروت